Bi-Annual URDU ❄ ISSN: 2519-6332 (Print)
Vol. 101, No. 1, Jan-Jun, 2025 ISSN: 2708-1915 (Online)

ساجد علی ❁
ڈاکٹر شبیر احمد قادری ❁❁

اردو میں تدوینِ متن بحوالہ نثری داستانوں کی روایت

Textual editing in Urdu with Reference to the trandition of Prose Narratives

By *Sajid Ali, PhD Scholar, Dept. of Urdu, Rifah International University, Faisalabad Campus*

Dr. Shabbir Ahmed Qadiri, Assoc. Prof., Dept. of Urdu, Rifah International University, Faisalabad Campus

Abstracts

This article presents a comprehensive study on the tradition of editing and textual correction in Urdu prose narratives. It highlights the significance of textual editing, its historical evolution, and the influences of different linguistic traditions, including Arabic, Persian, and Western textual criticism. The study examines how Urdu adopted and adapted these traditions to establish its own scholarly editing practices.

The article emphasizes that the foundation of Urdu textual editing was laid on the principles of Hadith compilation, where preserving the author’s original text was of utmost importance. Unlike Western editing principles, where minor alterations to an author's work are sometimes permissible, Urdu editing strictly adheres to the integrity of the original text, considering any modification a serious breach of scholarly ethics.

❁ پی ایچ ڈی اسکالر، شعبۂ اردو، رفاہ بین الاقوامی یونی ورسٹی، فیصل آباد کیمپس
❁❁ ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبۂ اردو، رفاہ بین الاقوامی یونی ورسٹی، فیصل آباد کیمپس

Bi-Annual URDU
Vol. 101, No. 1, Jan-Jun, 2025
ISSN: 2519-6332 (Print)
ISSN: 2708-1915 (Online)

The study provides an in-depth analysis of key figures in Urdu textual editing, such as Maulvi Abdul Haq, Imtiaz Ali Khan Arshi, Professor Noor-ul-Hasan Hashmi, Rasheed Hasan Khan, and others. It discusses their contributions and examines the textual characteristics of significant edited works, including *Bagh-o-Bahar*, *Fasana-e-Ajaib*, *Sab Ras*, *Nau Tarz-e-Mursas*, and *Qissa Mehr Afroz-o- Dilbar*.

In conclusion, the article asserts that the tradition of editing classical Urdu prose narratives is well-established and has been significantly enriched by the efforts of dedicated scholars. Their contributions have played a crucial role in preserving ancient texts, structuring them on scientific principles, and promoting research-based textual correction in Urdu literature.

Keywords: Textual Editing, Textual Correction, Urdu Prose Narratives, Linguistic Traditions, Hadith Compilation Principles, Scholarly Ethics, Maulvi Abdul Haq, Scientific Editing Principles, Preservation of Ancient Texts, Research-Based Editing.

تدوینِ متن دماغ سوزی، عرق ریزی، جگر کاوی اور دل گردے کا کام ہے۔ اس میدان میں کامیاب اور سرخرو ہونے کے لیے جُرأَت، ہمت، لگن اور جانفشانی کے ساتھ صبر اور حوصلے کی اشد ضرورت ہوتی ہے۔ تدوین کا مدعا اور مقصد، متن کی اصل دریافت کرنا ہے۔ متن کی حقیقت کا سراغ لگانے کے لیے بہت زیادہ جہد کرنا پڑتی ہے پھر کہیں عقدہ وا ہوتا ہے۔ محققین و مدوّنین اسے مشکل ترین فن تسلیم کرتے ہیں اور ہفت خواں سر کرنے کے مماثل قرار دیتے ہیں۔ تصحیحِ متن باقاعدہ طور پر مہم جوئی ہے۔ اس کے باوجود اردو میں تدوینِ متن کی مربوط اور مستحکم روایت موجود ہے۔ تدوینِ متن کو علمی فن کے طور پر اہلِ مغرب نے متعارف کرایا۔ اُنھیں اس فن کی ضرورت یونانی اور لاطینی زبانوں کے متون اور بائبل کے تنقیدی اڈیشن کی تیاری کے لیے پڑی تھی۔[۱] تاہم واضح رہے کہ عربی زبان میں تدوینِ متن کی روایت کم و بیش چودہ سو سال پرانی ہے۔ قرآن مجید اور احادیث کی تدوین کے دوران میں تدوینِ متن کے اصول وضوابط اپنائے گئے۔ عربی زبان میں،باقاعدہ طور پر تدوینِ متن کے قواعد وضوابط کسی کتاب یا مضمون کی صورت میں ترتیب نہیں دیے گئے البتہ عملی طور پر ان سے استفادہ کیا جاتا رہا۔ تدوینِ متن کے فن اور اس کی باریکیوں کو سمجھنے میں اہل مغرب نے اہم کردار ادا کیا ہے۔ انھوں نے اس

Bi-Annual URDU
Vol. 101, No. 1, Jan-Jun, 2025
❄
ISSN: 2519-6332 (Print)
ISSN: 2708-1915 (Online)

موضوع پر باقاعدہ طور پر کتابیں تصنیف کی ہیں۔ ڈاکٹر صابر علی سیوانی لکھتے ہیں:

> اٹھارویں صدی میں پریس آنے کے بعد ہی کچھ عربی کتب کی اشاعت کا کام شروع ہو گیا تھا لیکن ہندوستان میں اس کام کا آغاز مستشرقین کے ذریعے ہی ہوا۔ عربی متن کی تدوین کے اصولوں کے سلسلے میں ہمارے علمائے حدیث نے نہایت اہم کام کیے اور جو اصول انھوں نے وضع کیے وہ آج بھی عملی طور پر ہمارے درمیان موجود ہیں لیکن اس کو علمی صورت گری عطا کرنے کا کام مستشرقین کا ہی رہا ہے۔[۲]

مستشرقین اور محدثین کے ہاں اصولِ تدوین اور تدوین کے طریقہ کار میں نمایاں فرق ہے۔ مستشرقین کے پیشِ نظر لاطینی متون تھے۔ غالباً پندرہویں صدی میں، انھوں نے ان متون کی تصحیح و ترتیب اور اشاعت کا کام شروع کیا۔ ابتدا میں متون کی غلطیوں کی طرف خاطر خواہ توجہ نہیں دی جاتی تھی۔ متن کی معمولی تصحیح مقصود ہوتی تھی۔ رفتہ رفتہ متن کے دیگر نسخوں کو بھی پیش نظر رکھا جانے لگا اور تقابلی تصحیح کے رجحان کو فروغ ملا۔ متن کی اساس قائم کر کے نسخوں کے اختلافی متن کو حواشی میں جگہ دی جانے لگی۔ ابھی تک سائنٹفک تدوین کو فروغ نہیں ملا تھا اور نہ ہی تدوین کے اصول متعین کیے گئے تھے۔ متون کی تدوین نظریاتی بنیادوں پر کی جاتی رہی۔ تصحیح کے لیے ممکنہ طریقے اپنائے جاتے رہے۔ انیسویں صدی میں اہل مغرب نے تدوین متن کے موضوع پر مضامین وغیرہ لکھے اور اس کے اصول متعین کیے۔ یہ اصول لاطینی اور یونانی متون کے لیے ترتیب دیے گئے تھے لیکن مستشرقین نے انھی اصولوں کو عربی اور دیگر متون کی تصحیح پر بھی منطبق کیا۔[۳] اس کی شہادت پروفیسر نعمان خان کے مضمون ''عربی متن کی تدوین: اصول و مسائل'' سے بھی ملتی ہے:

> عربی متون کی تدوین کے اصول وضوابط پر سب سے پہلا کام جرمن مستشرقین برگسٹراسر کے وہ لکچرز ہیں جو انھوں نے قاہرہ یونیورسٹی کی آرٹس فیکلٹی میں ۱۹۳۱ء میں ایم۔ اے کے طلبہ کو دیے۔ ان لکچرز کو ڈاکٹر محمد حمدی بکری نے ۱۹۶۹ء میں دارالکتاب قاہرہ سے شائع کیا۔ اس کو دوبارہ ۱۹۹۵ء میں شائع کیا گیا۔[۴]

ڈاکٹر محمد حمدی بکری کی کتاب کی اشاعت کے بعد عربی متون کی تدوین پر مقدمے اور تبصرے لکھنے کا رواج ہوا۔ تدوین کے قواعد وضوابط اور اس کے اصولوں پر توجہ دی جانے لگی۔[۵] اس موضوع پر چند کتب لکھی گئی۔ بیسویں صدی سے قبل عربی کی طرح فارسی میں بھی تدوین کی روایت کے حوالے سے مایوس کن صورتِ حال ملتی ہے۔

Bi-Annual URDU
Vol. 101, No. 1, Jan-Jun, 2025 ❄ ISSN: 2519-6332 (Print)
ISSN: 2708-1915 (Online)

فارسی متون کی تحقیق و تدوین کے سلسلے میں علامہ عبدالوہاب قزوینی کی خدمات قابلِ ستائش ہیں۔ اُنھوں نے فارسی کے قدیم متون کے تحقیقی مطالعے میں داخلی شہادتوں پر بہت توجہ دی۔[6] قزوینی نے کتاب کے مسلمات، زبان، اسلوبِ نگارش، متن کے داخلی اور خارجی عناصر تاریخی واقعات کی تفصیل کے ساتھ سوانح اشخاص کے بیان وغیرہ پر اپنی تحقیقات میں زور دیا[7] اور متن کی تصحیح کے زمرے میں ان عناصر کی اہمیت کو اجاگر کیا۔ انھوں نے فارسی متون کی تصحیح، مغربی اور جدید طرزِ تحقیق کے مطابق کی۔ فارسی زبان و ادب میں انھیں جدید طرز تحقیق کا بانی تسلیم کیا جاتا ہے۔[8]

اردو زبان مزاجاً اور فطرتاً عربی اور فارسی زبان سے قربت رکھتی ہے۔ اس زبان نے تحقیق و تدوین کے میدان میں عربی اور فارسی سے کماحقہ اکتساب کیا ہے۔ ایک طرف عربی زبان میں عملی تدوین کی روایت بہت قدیم ہے۔ اس ضمن میں قرآن مجید اور احادیث نبوی ﷺ کی تدوین کا ذکر بڑے فخر سے کیا جاسکتا ہے۔ دوسری طرف اس نے تدوین کے مغربی اور جدید اصول بھی اپنائے ہیں تاکہ حسبِ ضرورت عربی متون کو سائنٹفک بنیادوں پر استوار کیا جاسکے۔ عربی اور فارسی تصحیح متن کے اصولوں سے اردو تدوین متن نے دہرا فائدہ لیا ہے۔ یعنی عربی کے قدیم تدوینی اصولوں کے ساتھ جدید طرزِ تحقیق و تدوین کے قواعد سے بھی استفادہ کیا۔ اردو نے عربی اور فارسی کے توسط سے بھی تدوین کے مغربی اصول اپنائے اور انگریزی زبان سے براہِ راست بھی مستفید ہوئی۔ انگریزی سے اردو نے ایڈیٹنگ کے جو اصول مستعار لیے ہیں وہ صرف انگریزی کے نہیں ہیں بلکہ اُن کی پسِ منظر میں لاطینی اور یونانی قدیم متون کی تصحیح کے اصول بھی کارفرما ہیں۔ ان تمام عوامل نے اردو تدوین متن کی روایت کو پایۂ اربنانے میں بڑا اہم کردار ادا کیا ہے۔ چونکہ اردو فطرتاً عربی اور فارسی سے مناسبت رکھتی ہے۔ اس لیے اردو مدونین نے انگریزی ایڈیٹنگ کو ماڈل نہیں بنایا بلکہ کلامِ الٰہی اور احادیث کی تدوین کو بطور ماڈل اپنایا ہے۔ بقول ڈاکٹر محمد خاں اشرف:

> جہاں تنقید اور ادب کے دوسرے شعبوں میں اردو ادب نے مغربی ادبیات، خصوصاً انگریزی سے زیادہ راہ نمائی حاصل کی ہے تدوین کے فن میں اردو ادب نے خود نئے اور اعلیٰ سنگ میل قائم کیے ہیں۔ فنِ تدوین میں اردو نے نہایت اعلیٰ درجے کے محقّق اور عالم پیدا کیے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اردو کو اپنے تاریخی اور لسانی پس منظر میں عربی اور فارسی کی اعلیٰ ادبی روایات میسر تھیں جن میں تحقیق و تدوین کی مضبوط روایت موجود تھی۔[9]

اردو مدوّنین، تصحیح متن میں منشائے مصنف کو پیشِ نظر رکھتے ہیں۔ اس سے انحراف تدوین میں کفر تصور کیا جاتا

ہے۔یہ اصول بنیادی طور پر تدوین کلام اللہ اور محدثین کے طریقہ تدوین سے مستعار ہے۔جس طرح اللہ تعالیٰ کے کلام کو تبدیل نہیں کیا جاسکتا بالکل اسی طرح مصنف کے متن کو بھی نہیں بدلا جا سکتا۔ایسا اگر کوئی کرے تو اُسے مجرم گردانا جاتا ہے۔منشاے مصنف کو ترجیح دینا خالصتاً عربی تدوین متن سے تعلق رکھتا ہے۔اہلِ مغرب نے ایڈیٹنگ کے جو ضوابط مقرر کیے ہیں ان میں منشاے مصنف کی اس قدر پابندی نہیں کی جاتی جس طرح عربی اور فارسی میں کی جاتی ہے۔مدوّن مصنف کے لکھے ہوئے کو پیش کرتا ہے اپنی طرف سے متن میں ایک حرف کا اضافہ کرنے کا بھی اختیار نہیں رکھتا۔البتہ متن کے مندرجات میں جہاں تصحیح کی کوئی اور صورت ممکن نہ ہو تو مدوّن مجبوراً قیاسی تصحیح کرتا ہے۔واضح رہے کہ اسے متن کا براہ راست حصہ نہیں بنایا جاتا بلکہ اسے قوسین میں لکھا جاتا ہے۔

دراصل اردو کے قدیم متون کے اکثر مدوّنین عربی اور فارسی کے عالم تھے۔قرآنِ مجید اور حدیث کی تدوین کا مکمل علم رکھتے تھے۔اُن کے پیش نظر محدثین کی طرح کلام اللہ اور احادیث کی تدوین بطورِ نمونہ تھی نہ کہ لاطینی، یونانی، انگریزی اور سنسکرت کے متون کی تصحیح۔ڈاکٹر صابر علی سیوانی لکھتے ہیں:

> اردو میں تدوین متن کی روایت کی بنیاد ''تدوینِ حدیث'' کے اصولوں پر رکھی گئی کیونکہ سب سے پہلے تدوین کے اصول و ضوابط جو مقرر کیے گئے اور جن اوصاف کا حامل مدوّن کو قرار دیا گیا، اس کا اندازہ راویانِ حدیث اور اصطلاحات احادیث سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔احادیث کی جمع آوری، روایت اور راوی کی صداقت، اس کے کردار، پیشہ، ایمان دارانہ رویہ، سلوک اور من و عن حدیث نقل کرنے کی صفات کو روایت حدیث کے لیے ضروری تصور کیا گیا۔تدوین حدیث میں رسول اکرم ﷺ کے انھیں ارشادات، فرمودات کو جگہ دی گئی جس کی تصدیق مختلف اسناد و روایات سے ہوتی تھی۔یہی وجہ ہے کہ احادیث کے مجموعوں کو تین بار نذرِ آتش کرنے کا واقعہ پیش آیا، اس سے مجموعہء احادیث کی تیاری اور تدوینِ احادیث کے عمل میں حزم و احتیاط کو پیش نظر رکھنے کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔تدوین حدیث کے ہی اصولوں کو بعد میں عربی، فارسی، اور اردو میں تدوین متن کے لیے اپنایا گیا۔[۱۳]

اردو تحقیق و تدوین کی روایت میں فورٹ ولیم کالج اور دہلی کالج کی خدمات کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ان کالجوں نے تصحیح متن کے لیے مواد فراہم کیا۔فارسی متون کو اردو میں منتقل کیا۔اردو کے اکثر مدوّنین نے فورٹ ولیم کالج سے شائع ہونے والے متون کو اساسی نسخوں کے طور پر منتخب کیا ''باغ و بہار'' کے مدوّن رشید حسن خاں نے

Bi-Annual URDU
Vol. 101, No. 1, Jan-Jun, 2025 ❄ ISSN: 2519-6332 (Print)
ISSN: 2708-1915 (Online)

متن کے دیگر نسخے میسر ہونے کے باوجود فورٹ ولیم کالج کی اشاعت کو معتبر تسلیم کیا۔ فورٹ ولیم کالج اور دہلی کالج نے تدوین کا کوئی بڑا کارنامہ سرانجام نہیں دیا تاہم ان اداروں سے چھپنے والے متون تحقیقی حوالے سے بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔ خصوصاً فورٹ ولیم کالج کے تحت فارسی قصے جن کو اردو میں منتقل کیا گیا۔ ان قصوں سے اردو ادب کے ذخیرے میں اضافہ ہوا۔ متن کے عمدہ نمونے تصنیف و تالیف ہوئے جن کی بعد میں تصحیح کی گئی۔ فورٹ ولیم کالج کے مصنّفین کی سرپرستی ڈاکٹر گل کرسٹ نے کی۔ گل کرسٹ کی رہنمائی میں جن مصنّفین نے ترجمے اور تالیف کا کام کیا اُن میں میر امن دہلوی، سید حیدر بخش حیدری، میر شیر علی افسوس، میر بہادر علی حسینی، مرزا علی لطف، خلیل علی خاں اشک، کاظم علی جوان، نہال چند لاہوری، للولال کوی جی، بینی نرائن جہاں، مظہر علی ولا زیادہ شہرت کے حامل ہیں۔ ان مصنّفین کی قابل ذکر تالیفات میں ''باغ وبہار''، ''آرائش محفل''، ''طوطا کہانی''، ''باغ اردو''، ''بیتال پچیسی''، ''سنگھاسن بتیسی''، ''داستانِ امیر حمزہ'' اور ''گلشن ہند'' وغیرہ زیادہ اہم ہیں۔ اب بھی یہ تالیفات بڑے ذوق و شوق اور دلچسپی سے پڑھی جاتی ہیں۔[۱۰] متذکرہ کتب کے علاوہ بھی فورٹ ولیم کالج میں بہت سی کتابیں ترجمہ اور تالیف کی گئی ہیں۔ فورٹ ولیم کالج سے شائع ہونے والی کتب کی اہمیت کے پیشِ نظر عتیق صدیقی ''گل کرسٹ اور اس کا عہد'' میں بیان کرتے ہیں:

> گل کرسٹ کی نگرانی میں فورٹ ولیم کالج کے ہندوستانی شعبے میں تصنیف و تالیف کی گئیں ان کتابوں نے ہندوستانی نثر کا صرف ادبی معیار ہی قائم نہیں کیا بلکہ ہمارے جدید نثری ادب میں نیز ہندی اور اردو طباعت کی تاریخ میں بھی ان کو اولیت کا فخر حاصل ہے۔ خود گل کرسٹ نے ہندوستانی لسانیات کے موضوع پر جتنی کتابیں تالیف یا تصنیف کیں وہ کسی مصنّف کے لیے بھی تعداد و مواد کے اعتبار سے باعثِ فخر ہو سکتی ہیں۔[۱۱]

تدوین، تحقیق کا شعبہ ہے۔ اس کی روایت تحقیق کے ذکر کے بغیر نامکمل ہے۔ اردو تحقیق کا باقاعدہ آغاز انیسویں صدی کے نصف آخر سے ہوتا ہے۔ تاہم مستشرقین کی کوششوں سے انیسویں صدی کے ربع دوم میں اس کی ابتدا ہوئی۔ شروع میں تحقیق کو کمتر درجے کی شے سمجھا جاتا رہا جس وجہ اس کی طرف توجہ نہ دی گئی اور اردو ادب کی تخلیقی اصناف کو معتبر تصور کیا گیا۔ اردو ادب کے تخلیقی گوشے نے خاطر خواہ ترقی کی۔ تحقیق کے ابتدائی اشارے تذکروں میں ملتے ہیں۔ اس حوالے سے ڈاکٹر صابر علی سیوانی رقم کرتے ہیں:

> تحقیقی روایت اشاروں کی شکل میں ضرور نظر آتی ہے اور اس کا سلسلہ میر تقی میر کے

Bi-Annual URDU
Vol. 101, No. 1, Jan-Jun, 2025
ISSN: 2519-6332 (Print)
ISSN: 2708-1915 (Online)

> ’’تذکرہ نکات الشعرا‘‘ سے مربوط کیا جاسکتا ہے حالانکہ میر کوئی محقق نہیں تھے اس کے باوجود ایسی باتیں تذکرے میں مل جاتی ہیں، جنھیں تحقیقی اشارات سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔[۱۳]

میر تقی میر کی حیثیت استاد شاعر کی ہے۔ انھیں باقاعدہ طور محقق نہیں کہا جا سکتا اور نہ ان کے تذکرے کو تحقیقی روایت کا نقطۂ آغاز قرار دیا جاسکتا ہے۔ میر تقی میر کے تذکرے کے علاوہ غالب کے خطوط سے بھی کچھ تحقیقی پہلو دریافت کیے جاسکتے ہے۔ صحیح معنوں میں اردو تحقیق کی بنیاد مستشرقین نے رکھی ہے۔ ان مستشرقین میں نمایاں نام گارساں دتاسی کا ہے۔ انھوں نے اردو کے قدیم شہ پاروں کو دریافت کیا۔ پروفیسر شارب ردولوی اپنی کتاب ’’جدید اردو تنقید، اصول و نظریات‘‘ میں لکھتے ہیں کہ قدیم اردو ادب پر تحقیقی کام گارساں دتاسی نے ۱۸۲۵ء میں شروع کیا اور تقریباً پچاس سال تک اس کام میں مصروف رہے۔[۱۴] گارساں دتاسی کا اردو ادب پر کام فرانسیسی زبان میں ہے جو اب اردو میں ترجمہ ہو چکا ہے۔ ’’تاریخِ ادبیات ہندوی ہندوستانی‘‘ گارساں دتاسی کا تحقیقی کارنامہ ہے۔ اس کی پہلی جلد ۱۸۳۵ء میں شائع ہوئی اور دوسری جلد ۱۸۴۷ء میں منظر عام پر آئی۔[۱۵] فرانسیسی گارساں دتاسی کے بعد اشپرنگر کا تحقیقی کام بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ انھوں نے شاہان اودھ کے کتب خانوں کی فہرستیں تیار کیں، اُن کی یہ تحقیقی کاوش ۱۸۵۰ء میں شائع ہوئی۔ گارساں دتاسی، اشپرنگر اور دیگر مستشرقین کی تحقیقی کاوشیں اردو ادب پر تحقیقی کاموں کا محرک بنیں اور لسانی اور ادبی تحقیق کا رواج ہونے لگا تاہم اس کی رفتار بہت سست تھی۔ مستشرقین کے بعد سرسید کا نام تحقیقی اور تدوینی حوالے سے معتبر ہے۔ انھوں نے تحقیقی روایت کو تدوین سے ہم آہنگ کیا اور اس کے فروغ کے لیے بڑی کدوکاوش کی۔

اردو تحقیق و تدوین کے اصول علم حدیث کی تدوین و تحقیق سے اخذ کیے گئے۔ روایت اور درایت کے جو اصول محدثین اور قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں نے بنائے تھے، انھیں اردو تدوین و تحقیق کے لیے مشعلِ راہ سمجھا گیا۔ مآخذ کی جانب رجوع، اصلِ متن تک رسائی اور منشاے مصنف اردو تصحیحِ متن کے لیے لازمی شرط ٹھہری۔ بقول ڈاکٹر صابر سیوانی:

> تحقیقی نقطۂ نظر کے طور پر مآخذ کی جانب رجوع کرنے کا رجحان پیدا ہوا۔ یہی وہ مقام ہے جہاں سے اردو میں جدید تحقیق و تدوین کا آغاز ہوتا ہے۔ اس سلسلے میں سب سے پہلا نام سرسید احمد خاں کا آتا ہے۔ جنھوں نے سب سے پہلے تدوینِ متن کی جانب قدم بڑھایا۔[۱۶]

اردو مصنّفین میں، سرسید احمد خاں نے سب سے پہلے تصحیحِ متن کی ضرورت محسوس کی اور ’’آئینِ اکبری‘‘،

Bi-Annual URDU
Vol. 101, No. 1, Jan-Jun, 2025
❄
ISSN: 2519-6332 (Print)
ISSN: 2708-1915 (Online)

"تاریخِ فیروز شاہی" اور "توزکِ جہانگیری" کی تصحیح کے ذریعے معیاری متن پیش کرنے کی روایت کا آغاز کیا۔ ان کتابوں کا تعلق تاریخ سے ہے اور فارسی متون پر مشتمل ہیں۔ ان کتب کا اردو ادب سے تعلق نہیں۔ ان کا ذکر اردو تدوینِ متن کی روایت میں اس لیے ضروری ہے کہ ان کی تصحیح میں پہلی بار زبان و املا کی درستی، لفظوں کی صوری اور معنوی حیثیت کو تقابلی مطالعے اور تجزیے کی بنیاد پر اجاگر کیا گیا۔ سر سید احمد خاں نے متذکرہ کتب کے ایک ایک لفظ کا باریک بینی سے جائزہ لیا اور متن کی صحیح صورت متعین کرنے کے لیے حتی المقدور کوشش کی۔ "آئینِ اکبری" کے متن کی تصحیح کے دوران میں سر سید کو جس قدر محنت اور ریاضت کرنا پڑی اس کا اندازہ مولانا الطاف حسین حالی کی کتاب "حیاتِ جاوید" کے درج ذیل اقتباس سے لگایا جا سکتا:

> "آئینِ اکبری" کے نسخے کاتبوں کے سہو و خطا سے اکثر مسخ ہو گئے تھے اس لیے صحیح کرنا دشوار تھا۔ سر سید نے اوّل جہاں تک مل سکے اس کے متعدد نسخے بہم پہنچائے۔ اس میں ایک آدھ نسخہ صحیح بھی مل گیا اور اس طرح غلط اور صحیح نسخوں کے باہم مقابلہ کرنے سے ایک نسخہ سب سے زیادہ صحیح تیار ہو گیا جن جدولوں میں مصنف نے کچھ خانے خالی چھوڑ دیے تھے اور تمام نسخوں میں خانے خالی پائے گئے ان کو کتابوں سے تحقیق کر کے معمور کیا۔ [۱۷]

مغربی مدوّنین کے نزدیک متن میں مصنّف کی اغلاط کو درست کرنا روا ہے۔ سر سید احمد خاں مغربی تدوین کے اصولوں سے بھی کافی متاثر تھے۔ انھوں نے "آئین اکبری" کی تصحیح کرتے وقت مغربی اصولِ تدوین کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے متن میں مصہ ّف سے جو اغلاط سرزد ہوئیں تھیں، ان کو دیگر کتب کی مدد سے درست کر کے متن میں شامل کر دیا۔[۱۸] "آئینِ اکبری" کو اردو تدوینِ متن کا نقشِ اوّل نہیں کہا جا سکتا لیکن اس کے متن کی تصحیح کے دوران میں جو اصول اپنائے گئے ہیں اُن سے اردو تدوین متن کو خاطر خواہ فائدہ پہنچا ہے۔ سر سید احمد خاں کی تدوینی خدمات اس لحاظ سے بھی اہم ہیں کہ اُن کی بدولت اردو کلاسیک مُتون کی تصحیح و ترتیب کی راہ ہموار ہوئی۔ اردو محققین نے اردو کلاسیک متون کی تدوین پر توجہ دی اور نایاب فن پارے دریافت کیے۔ دریافت کیے گئے متون کی ادبی اور تاریخی اہمیت، اُن کے مصنّفین کے سوانحی کوائف، اُن کی دیگر تصانیف اور معاصرین پر تحقیق کی گئی۔ متن کی جدید اور سائنٹفک بنیادوں پر تصحیح کی گئی۔ مقدمہ، حواشی، تعلیقات، ضمیمہ جات اور فرہنگیں وغیرہ لکھ کر متن کو وقیع اور معتبر بنانے کی روایت کا آغاز ہوا۔ اردو ادب کے جن قدیم متون کو ترتیب دی گئی اُن میں صوفیہ کرام کے رسائل اور ملفوظات، شعرا کے تذکرے، شاعری (دیوان اور کلیات وغیرہ) اور داستانیں (منظوم اور نثری) شامل

Bi-Annual URDU
Vol. 101, No. 1, Jan-Jun, 2025
ISSN: 2519-6332 (Print)
ISSN: 2708-1915 (Online)

ہیں۔ لیکن راقم نے اپنا مطالعہ اردو تدوینِ متن کی روایت کے ضمن میں صرف مدوّنہ نثری داستانوں کی روایت سے مختص کیا ہے۔ اردو ادب کے مدوّنین نے قدیم متون کو نئی زندگی عطا کی۔ اُن کو روبہ زوال ہونے سے بچایا۔ متون کی اصل سچائی دریافت کی۔ جن متون کا تعلق اپنے حقیقی مصنّفین سے منقطع ہو گیا تھا، کسی اور مصنّف سے منسوب کیے جاتے تھے اُن کے حقیقی مصنّفین کی کھوج کا سہرا جن مدوّنین کے سر ہے اُن میں ایک نام مولوی عبدالحق کا بھی ہے۔ انھوں نے اردو ادب کی تاریخ میں بابائے اردو کے نام سے شہرت پائی۔ اُن کے تدوینی کارنامے، اردو تدوینِ متن کی روایت میں سنگ میل[۱۹] کی حیثیت رکھتے ہیں۔ مولوی عبدالحق نے منظم، منضبط اور مربوط انداز میں اردو تصحیحِ متن کی روایت کی ابتدا کی۔ انھوں نے تدوین کرتے ہوئے متون کے دستیاب نسخوں کے تقابلی مطالعہ، اُن کے مصنّفین کے متعلق تفصیل بیان کرنے کے علاوہ متون کی علمی اور ادبی اہمیت کو بھی اجاگر کیا ہے۔ اُن کی مدوّنہ کتب (ان کتب میں تذکرے، شاعری کے انتخاب، مثنویاں صوفیہ کے رسائل اور نثری داستانیں وغیرہ شامل ہیں) تدوین کے ابتدائی نمونے ہیں۔ ان کتب میں مکمل طور پر تدوین کے اصولوں کی پیروی نہیں کی گئی جس وجہ سے کچھ تسامحات رہ گئے ہیں۔ اس ضمن میں ڈاکٹر گیان چند لکھتے ہیں:

> یہ مسلّم ہے کہ ان ابتدائی کاموں میں ترتیب متن کے ان اصولوں کو پیش نظر نہیں رکھا گیا اور وہ تقاضے پورے نہیں کیے گئے جن کا آج مطالبہ کیا جاتا ہے۔[۲۰]

مولوی عبدالحق نے متون کے نسخوں کا تقابل سائنٹفک بنیادوں پر نہیں کیا بلکہ عُجلت پسندی سے کام لیا ہے۔ انھیں کم وقت میں زیادہ کام کرنا پڑا جس سے متون میں کچھ اغلاط رہ گئیں ہیں۔ مولوی عبدالحق کے تدوینی کام میں جو تحقیقی لغزشیں پائی جاتی ہیں اُن سے صرف نظر کیا جا سکتا ہے کیونکہ انھوں نے تدوین پر ابتدائی نوعیت کا کام کیا ہے۔ ان کے تدوینی کارنامے، اُن سے بعد میں آنے والے مدوّنین کے لیے مشعل راہ ثابت ہوئے۔ مولوی عبدالحق کا تدوینی کام کافی وسیع ہے۔ انھوں نے بہت سے متون کی تصحیح کی ہے۔ یہاں موضوع کی مناسبت سے صرف ''باغ و بہار'' اور ''سب رس'' کی تدوین و تصحیح کا ذکر کیا جائے گا۔

''باغ و بہار'' نثری داستانوں کی ایک اہم کڑی ہے۔ میر امن دہلوں نے اسے فارسی کے قصہ چہار درویش سے اردو میں ترجمہ کیا ہے۔ مولوی عبدالحق اس کا ماخذ ''نوطرز مرصع'' بتاتے ہیں۔ تاہم اس ماخذ کا ذکر میر امن نے ''باغ و بہار'' کے دیباچے میں نہیں کیا۔[۲۱] یہ قصہ اس قدر دلچسپ ہے کہ میر امن سے قبل بھی اسے نظم و نثر میں پیش کیا گیا لیکن شہرت میر امن کے قصے ہی کو ملی۔ میر امن کے اسلوب اور زبان و بیان نے اسے حیات جاوداں

Bi-Annual URDU
Vol. 101, No. 1, Jan-Jun, 2025
ISSN: 2519-6332 (Print)
ISSN: 2708-1915 (Online)

بخشی۔ "باغ و بہار" کو میر امن نے محض داستان کے طور پر پیش نہیں کیا بلکہ اسے روحانی تجربہ بنا کر پیش کیا ہے۔ انھوں نے اپنی تخلیقی صلاحیتوں کو بہترین انداز میں بروئے کار لائے اور "باغ و بہار" کو فصاحت و بلاغت اور سلاستِ زباں کا عمدہ نمونہ بنا کر پیش کیا۔ ڈاکٹر انور سدید نے اپنی کتاب "اردو ادب کی تاریخ" میں لکھا ہے:

> میر امن نے دلی کے تہذیبی نقوش اس داستان میں پوری شان سے منعکس کیے ہیں، ان کی زبان سادگی، سلاست اور متناسب الفاظ کا مرقع ہے اور یہ قاری کو بہجت اور لطافت عطا کرتی ہے۔ بول چال کی زبان نے میر امن کی نثر کو اس عہد کا نمائندہ بنا دیا ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر سید عبداللہ نے اسے زندہ نثر قرار دیا۔[۲۲]

"باغ و بہار" کا مکمل متن، پہلی بار ۱۸۰۴ء میں کلکتہ کے "ہندوستانی چھاپہ خانہ" سے شائع ہوا۔ ادبی، تاریخی، تہذیبی اور فنی خصائص و اہمیت کے پیشِ نظر مولوی عبدالحق نے "باغ و بہار" کی ترتیب و تصحیح کی اور اسے نہایت تحقیقی اور مدلل[۲۳] مقدمے کے ساتھ، ۱۹۳۱ء میں انجمن ترقی اردو، اورنگ آباد، دکن سے شائع کیا۔ "باغ و بہار" کے مقدمے میں مولوی عبدالحق نے بڑے موثر اور دلکش پیرائے میں یہ ثابت کیا ہے کہ "باغ و بہار" کا ماخذ امیر خسرو کا قصہ چہار درویش نہیں بلکہ محمد عطا حسین خاں تحسین کی "نوطرزِ مرصع" ہے۔ علاوہ ازیں میر امن نے تراکیب و محاورات اور تذکیر و تانیث کے استعمال میں جو انداز اپنایا اس کا بھرپور جائزہ لیا ہے۔ "باغ و بہار" کا مقدمہ تحقیق سے زیادہ تنقیدی مباحث پر مشتمل ہے۔ اس کے باوجود مولوی عبدالحق کا یہ تدوینی کارنامہ بڑی اہمیت و افادیت کا حامل ہے۔

اردو ادب کا دکنی دور تخلیقی نثر کے اعتبار سے زیادہ زرخیز نہیں، صوفیہ کرام کے رسائل کے علاوہ نثر نہ ہونے کے برابر لکھی گئی۔ تاہم اس دور میں ایک اہم نثری فن پارہ "سب رس" کے عنوان سے تصنیف ہوا ہے۔ یہ دکنی نثر کا شاہکار ہے۔ اسے ادبی اعتبار سے بعد میں لکھے گئے کسی بھی فن پارے کے مقابل رکھا جا سکتا ہے۔[۲۴] اس سے دکنی نثر کا معیار قائم ہوا۔ ملا وجہی نے ۱۶۳۵ء میں "سب رس" لکھ کر اردو نثر کو تمثیل، داستان، ترجمہ اور ادبی اسلوب سے آشنا کیا۔[۲۵] "سب رس" کا موضوع تصوف ہے جسے نثری داستان کے پیرائے میں بیان کیا گیا ہے۔ "سب رس" کو اردو کی پہلی نثری داستان ہونے کا شرف حاصل ہے اور اسے اردو کی مقبول ترین داستان تسلیم کیا گیا۔ اس کتاب کی مقبولیت اور ادبی اہمیت کی بنیاد پر بہت سے مدوّنین نے اس کی تدوین کی ہے۔ ان مدوّنین میں ایک اہم مدوِّن مولوی عبدالحق ہیں۔ "سب رس" کی دریافت سے مولوی عبدالحق نے دکنی عہد کی نمائندہ نثر کے نمونے کو

ضائع ہونے سے بچالیا۔ اس کے متن کی تصحیح و تدوین کی اور اپنے مقدمے کے ساتھ ۱۹۳۲ء میں انجمن ترقیِ اردو، اورنگ آباد، دکن سے شائع کیا۔ مولوی عبدالحق کا مقدمہ عالمانہ ہے۔ اس میں انھوں نے ''سب رس'' کے متن کا اسلوبیاتی مطالعہ بھی پیش کیا ہے۔ متن کے نسخوں کے متعلق کافی معلومات دی ہے لیکن یہ واضح نہیں کیا کہ متن کے کس نسخے کو اساس بنایا ہے۔ ڈاکٹر صابر علی سیوانی کے مطابق:

> تدوینِ متن کے اصولوں کی پیروی کے پیمانے پر ''سب رس'' کی تدوین پوری نہیں اترتی۔[۲۶]

مولوی عبدالحق کا تدوینی کام موجودہ تدوینی معیارات پر پورا نہ بھی اترے تو بھی اس کو سراہنا چاہیے کیوں کہ متون کی تلاش و بسیار کے آغاز کا سہرا اُنھی کے سر ہے اور انھوں نے اردو ادب کے قابلِ قدر سرمائے کو پامال ہونے سے بچایا۔ مولوی عبدالحق کے بعد، امتیاز علی خاں عرشی نے اردو کی مدونہ نثری داستانوں کی روایت کو فروغ دینے میں نمایاں کردار ادا کیا۔ انھوں نے اپنے تحقیقی طرزِ عمل سے تدوینِ متن کی روایت کو مزید مستحکم بنایا ہے۔ پروفیسر سیدہ جعفر ''تاریخِ ادبِ اردو' کی جلد سوم میں امتیاز علی خاں عرشی کی تدوینی خدمات کا اعتراف ان الفاظ میں کرتی ہیں:

> ان کی تدوین، تحقیق کے تازہ واردان کی رہبری اور رہنمائی کرتی ہے اور انھیں اس فن کے اصولوں سے آگاہ کرتی ہے۔[۲۷]

امتیاز علی خاں عرشی تدوین کے اصول و ضوابط اور ان کے عملی اطلاق میں مہارت رکھتے تھے۔ وہ ان باتوں سے بخوبی واقف تھے جنھیں مدّونہ متن کے مقدمے میں موضوع بنانا ضروری ہوتا ہے۔ حواشی اور تعلیقات کے فن کے دائرہ کار اور وسعت سے امتیاز علی عرشی نہ صرف آشنا تھے بلکہ وہ ان امور کا بھی علم رکھتے تھے جو تصحیح متن کے لیے ناگزیر ہوتے ہیں۔ انھوں نے تدوین متن کے عمدہ، معیاری اور مثالی نمونے متعارف کرائے۔ رشید حسن خاں اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ عرشی نے تدوین متن کے موضوع پر کوئی کتاب تصنیف نہیں کی لیکن ان کی مرتبہ کتب سے تدوین متن کے قواعد و ضوابط دریافت کیے جاسکتے ہیں۔ رشید حسن خاں تدوین کے طلبہ کے لیے عرشی کی مدونہ کتب کا مطالعہ ضروری قرار دیتے ہیں۔[۲۸] تدوین متن کی روایت میں عرشی کی پہچان غالبیات سے ہے تاہم انھوں نے دیگر متون کی بھی تصحیح کی ہے جن میں ''سلک گوہر'' اور '' کہانی رانی کیتکی اور کنور اودے بھان کی'' شامل ہیں۔ ''سلک گوہر'' مختصر داستان ہے جو صنعتِ غیر منقوط میں لکھی گئی ہے۔ اسے انشاء اللہ خان انشا نے منفرد انداز میں تخلیق کیا ہے۔ ''سلک گوہر'' انشا کی قدرتِ الفاظ اور مشکل پسندی کا نمونہ ہے[۲۹] اس کی تخلیق سے

Bi-Annual URDU
Vol. 101, No. 1, Jan-Jun, 2025
ISSN: 2519-6332 (Print)
ISSN: 2708-1915 (Online)

انشاکی ذہانت اوران کی فنی اُپچ کے ایک نئے زاویے کا علم ہوتا ہے۔ امتیاز علی خاں عرشی نے ''سلک گوہر''کی تدوین و تصحیح کے ذریعے اردوادب پر احسان کیا ہے۔ انھوں نے بڑی محنت اور جانفشانی سے ''سلک گوہر''کو مرتب کیا اوراسے معلوماتی مقدمے کے ساتھ ۱۹۴۸ء میں اسٹیٹ پریس رامپور سے شائع کیا۔ '' کہانی رانی کیتکی کی اور کنوراودے بھان کی'' انشااللہ خان انشاکی مجتہدانہ کاوش ہے۔اس کتاب کی تصنیف سے انشانے داستان اور اردو نثر کا وقار بلند کیا ہے۔اس تصنیف میں عربی اور فارسی کا ایک لفظ بھی شامل نہیں۔اس تخلیق کے ذریعے انشانے کفایتِ لفظی[۳۰] کا مرقع ترتیب دیا ہے۔ '' کہانی رانی کیتکی کی اور کنوراودے بھان کی''کوڈاکٹر گیان چند نے انشاکی ذہانت کانمونہ کہاہے۔[۳۱] ڈاکٹر انور سدید لکھتے ہیں:

> انشانے پچاس صفحات میں پوری روانی اور لطافت سے مکمل داستان پیش کردی۔ اس کہانی کی ایجاد ہی ان کی شوخیِ طبیعت کی دلیل ہے۔[۳۲]

'' کہانی رانی کیتکی کی اور کنوراودے بھان کی''کی ادبی اہمیت و افادیت کا اندازہ اس بات سے لگایاجاسکتاہے کہ اسے امتیاز علی خاں عرشی جیسے نابغہء روزگاراوراہم مدوّن نے مرتب کیا ہے۔عرشی سے قبل متذکرہ داستان کو مولوی عبدالحق نے ۱۹۳۳ء میں ترتیب دیااوراسے انجمن ترقی اردو، اورنگ آباد دکن سے شائع کیا۔عرشی نے اسے ۱۹۵۵ء میں انجمن ترقی اردو،پاکستان سے شائع کیا۔عرشی کے بعد ''کہانی رانی کیتکی کی اور کنوراودے بھان کی'' کو عبدالستار دلوی نے ازسرِ نو ترتیب دیا۔انھوں نے اس کتاب کو ۱۹۷۴ء میں مہاتما گاندھی ریسرچ سنٹر میموریل، بمبی سے اردو اور ہندی دونوں زبانوں میں بیک وقت چھاپ دیا۔[۳۳] عبدالستار دلوی کے بعد اس کتاب کوڈاکٹر سید سلیمان حسین نے مدوّن کیا اوراس کی اشاعت ۱۹۷۵ء میں کتاب نگر دین دیال روڈ، لکھنؤ سے کرائی۔

ڈاکٹر مسعود حسین خاں تحقیقی اور لسانیاتی کارناموں کی وجہ سے ادبی دنیا میں معروف ہیں۔اُن کا تدوینی کام لسانیاتی تحقیق کی طرح معیاری ہے۔ جن مدونین نے اردو تدوین کی روایت کو سائنٹفک بنیادوں پر استوار کیا،اُن میں مسعود حسین خاں کا بھی شمار ہوتا ہے۔انھوں نے عیسوی خان بہادر کی تصنیف ''قصہ مہرافروز ودلبر''کے متن کی تدوین و تصحیح کرتے وقت اس کاجائزہ لسانیاتی بنیادوں پر لیا ہے اور اپنے مقدمے میں اسے موضوع بحث بنایا ہے۔ڈاکٹر جمیل جالبی کے نزدیک ''قصہ مہرافروز و دلبر'''' اردو نثر کے ارتقاکی ایک اہم کڑی ہے''[۳۴] جس پر مسعود حسین خاں نے پر مغز اور وقیع مقدمہ لکھاہے۔انھوں نے اسے پہلی بار ۱۹۶۶ء میں حیدرآباد سے اوردوسری مرتبہ انجمن ترقی اردو، ہند نئی دہلی سے شائع کیا۔ مسعود حسین خاں نے ''قصہ مہرافروزدلبر''کے مقدمے میں متن

کے نسخہء وحید اور طریقۂ تدوین کے متعلق بھرپور بات کی ہے۔ اس کے علاوہ قصے کی ادبی اہمیت پر بات کرتے ہوئے، فنی محاسن کو بھی زیرِ بحث لایا گیا ہے۔ "قصہ مہر افروز دلبر" کو جدید اصول تدوین اور سائنٹفک طریقے سے تدوین کیا گیا ہے۔ [۳۵]

پروفیسر نورالحسن ہاشمی سائنٹفک اندازِ نظر اور عمیق فکر و بصیرت کے مالک تھے۔ انھوں نے تدوین کے معیار اور وقار کو بہتر بنانے میں اہم کردار ادا کیا۔ ہاشمی نے تدوین کے سائنٹفک طرزِ عمل اور اصول تدوین کی پیروی کرتے ہوئے "نوطرز مرصع" اور "فسانہء اعجاز" کی تدوین کی ہے۔ "نوطرز مرصع"، عطا حسین تحسین کی معروف تصنیف ہے۔ اسے لکھنؤ کا اوّلین نثری نمونہ تسلیم کیا جاتا ہے۔ [۳۶] "نوطرز مرصع" اُس عہد کا ادبی نمونہ ہے جس میں اردو نثر کو علمی درجہ نہیں دیا جاتا تھا۔ بقول گیان چند:

> اس وقت شمالی ہند کی اردو نثر میں کوئی ادبی تصنیف نہ تھی۔ نوطرز مرصع اپنے طرز کی پہلی کوشش ہے۔ [۳۷]

"نوطرزِ مرصع" اپنی نوعیت اور فن کے اعتبار سے منفرد اور اہم ترین کتاب ہے جو "قصہ چہار درویش" کا مقفع و مسجع ترجمہ ہے۔ اسے "باغ و بہار" کا ماخذ ہونے کا بھی اعزاز حاصل ہے۔ پروفیسر نورالحسن ہاشمی نے 'نوطرز مرصع" کو آٹھ نسخوں کی مدد سے ترتیب دیا اور اس کی اشاعت ۱۹۵۸ء میں ہوئی۔ ہاشمی نے پہلے ایڈیشن کی تیاری میں خاطر خواہ توجہ دی تھی اس کے باوجود متن میں کچھ اغلاط باقی رہ گئیں تھیں، جن کو درست کر کے دوسرا ایڈیشن تیار کیا جو پہلے ایڈیشن سے بیس سال بعد ۱۹۷۸ میں ہندوستانی اکیڈمی الہ آباد کے زیرِ اہتمام شائع ہوا۔ [۳۸]

ڈاکٹر صابر علی سیوانی "نوطرزِ مرصّع" کی تدوین کے متعلق اپنی رائے درج ذیل الفاظ میں دیتے ہیں:

> نورالحسن ہاشمی نے "نوطرز مرصّع" کی تدوین میں بڑی محنت سے کام لیا۔ مختلف نسخوں کا تقابل کیا اور پھر ایک مفید اور معلومات آمیز مقدمے کے ساتھ اسے مرتب کیا۔ جہاں جہاں انھیں تھوڑا سا بھی شک پیدا ہوا اس کا ازالہ تحقیقی حوالوں سے کرنے کی کوشش کی ہے۔ حواشی میں بعض ایسے مقامات پائے جاتے ہیں جو وضاحت طلب ہیں تاہم یہ ایک اہم تدوینی کام ہے۔ [۳۹]

"فسانۂ اعجاز" کی ترتیب و اشاعت کا کام بھی نورالحسن ہاشمی نے کیا ہے۔ "فسانۂ اعجاز"، "فسانۂ عجائب" کی تقلید میں قاضی عابد علی خاں کاکوروی نے لکھی۔ اس کی نثر بھی "فسانۂ عجائب" کی طرح پر تکلف اور مرصّع و مسجّع ہے۔ اس

Bi-Annual URDU
Vol. 101, No. 1, Jan-Jun, 2025
ISSN: 2519-6332 (Print)
ISSN: 2708-1915 (Online)

داستان میں دیومالائی عناصر کی بہتات ہے۔ اس تصنیف کی اہمیت اس کی قدامت اور ''فسانۂ عجائب'' کے اسلوب کی پیروی کی وجہ سے ہے۔ ہاشمی نے اس کتاب کی تدوین، رجب علی بیگ سرور کے طرزِ بیان کی مقلد نثر کے نمونے کو منظرِ عام پر لانے کی غرض سے کی ہے۔ ''فسانۂ اعجاز'' کے مقدمے میں، اس کی اہمیت کے بارے میں نورالحسن ہاشمی لکھتے ہیں:

> یہ داستان مسمّی بہ ''فسانۂ اعجاز'' اگرچہ ''فسانۂ عجائب'' کے مرتبہ کی ہرگز نہیں ہے، پھر بھی عہد محمد علی شاہ میں لکھی گئی ہے، اس لیے اہمیت رکھتی ہے۔ کیونکہ نصیر الدین حیدر (۳۷-۱۸۲۷) اور محمد علی شاہ (۴۲-۱۸۳۷) کے زمانے میں رجب علی بیگ سرور اور فقیر محمد خان گویا کے علاوہ کسی اور ادب کی تحریں ہمیں نہیں ملتیں۔ اس کے علاوہ ''فسانۂ عجائب'' کی تقلید میں لکھی گئی یہ پہلی تصنیف ہے۔ اس لیے بھی قابلِ توجہ ہے۔[۲۷]

''فسانۂ اعجاز'' کے متن کو نورالحسن ہاشمی نے ایک نسخے کے ذریعے ترتیب دیا ہے۔ ان کے ترتیب دیے گئے دوسرے متون کی طرح یہ معیاری نہیں ہے۔ ہاشمی کے اس تدوینی کام کی قدروقیمت صرف اس وجہ سے ہے کہ ''فسانہ عجائب'' کی پیروی میں لکھی گئی نثر کا اولین نمونہ ہے۔ تدوین کے لحاظ سے دیکھا جائے تو اس کی ترتیب و تصحیحِ متن کی درستی کے تمام تقاضے پورے نہیں کیے گئے۔ نورالحسن ہاشمی نے ''نوطرزِ مرصع'' اور ''فسانۂ اعجاز'' کے علاوہ ''سب رس'' کے متن کا بھی انتخاب کیا ہے، جسے انھوں نے اُتر پردیش اردو، اکادمی، لکھنؤ سے ۱۹۸۴ء میں شائع کیا۔

رشید حسن خان نقاد، محقق، مدوّن اور ماہرِ املا و قواعد کی حیثیت سے ادبی دنیا میں اعلیٰ مقام رکھتے ہیں تاہم جس چیز نے انھیں امر کیا ہے، وہ نہ تنقید ہے، نہ تحقیق اور نہ املا و قواعد کے اصول بلکہ وہ تدوین ہے۔ البتہ ان کے تدوینی کام کو خوب سے خوب تر بنانے میں، ان کی تنقیدی اور تحقیقی صلاحیتوں اور املا و قواعد کی مہارتوں پر دسترس نے بڑا کردار ادا کیا ہے۔ اس چیز نے انھیں دیگر مدونین سے ممتاز بنایا ہے۔ رشید حسن خان نے تدوینِ متن کی روایت میں صرف اضافہ ہی نہیں کیا بلکہ اسے سائنٹفک اصول و ضوابط کے تحت استحکام بھی بخشا۔ رشید حسن خاں سے قبل متون کی تصحیح پر زور دینے کے بجائے مرتّبین نے اپنے مقدمات میں تنقیدی اور تحقیقی مباحث پر زور دیا، جس سے متون کی تصحیح تو معیاری نہ ہوئی البتہ مدوّنہ متون پر طویل مقدمے لکھنے کا رواج عام ہوتا گیا۔ اُن پہلے مدونین میں سے کسی نے بھی متن کے اعراب اور رموزِ اوقاف پر توجہ نہیں دی۔ رشید حسن خاں نے

متن کو منشائے مصنف کے قریب تر لانے کے لیے اعراب کا اہتمام کیا ہے۔ یہ ان کی تدوین کا اضافی اور مثبت پہلو ہے۔ رشید حسن خاں کی تدوین کے متعلق صابر علی سیوانی کی رائے ملاحظہ کریں:

> انھوں نے تمام متون کی تدوین میں منشائے مصنف کو پیش کرنے کی حتی المقدور کوشش کی اور یہ ثابت کر دکھایا کہ متون کی تدوین سائنٹفک انداز سے کیسے کی جاتی ہے۔ ان متون پر اعراب نگاری کا فریضہ انجام دیا۔ مذکورہ متون کی جدید علمی اصولوں کے مطابق اس انداز سے تدوین کی کہ انھیں خدائے تدوین کا رتبہ حاصل ہو گیا۔[۴۱]

رشید حسن خان کے سائنٹفک تدوینی کارناموں میں ''فسانۂ عجائب'' اور ''باغ و بہار'' کی تصحیح، تدوین کے طلبہ کے لیے مثالی نمونے کا درجہ رکھتی ہے۔ '' فسانہ عجائب'' کو اردو کلاسیک ادب کا اہم حصہ تسلیم کیا جاتا ہے۔ اسے رجب علی بیگ سرور نے تصنیف کیا ہے۔ اس کتاب کی تخلیق نے سرور کو حیاتِ جاوید عطا کی ہے۔ سرور کی تصانیف میں شاہکار[۴۲] کا درجہ رکھتی ہے۔ ڈاکٹر انور سدید کے مطابق:

> انھیں شہرتِ دوام نثر کی تصانیف'' سرورِ سلطانی''، ''شگوفۂ محبت''، ''انشائے سرور'' اور ''شبستانِ سرور'' سے نہیں بلکہ ''فسانۂ عجائب'' سے حاصل ہوئی۔[۴۳]

رشید حسن خان سے پہلے بہت سے مدوّنین نے ''فسانۂ عجائب'' کی تدوین کا فریضہ انجام دیا ہے مگر جس محنت اور جاں فشانی سے رشید حسن خان نے اسے مرتب کیا ہے اس کی مثال نہیں ملتی۔ انھوں نے غالباً سات آٹھ سال کی محنتِ شاقہ کے بعد ''فسانۂ عجائب'' کی تصحیح کی۔ اس پر جامع، مبسوط اور تحقیقی مقدمہ[۴۴] لکھ کر ۱۹۹۰ء میں انجمن ترقی اردو (ہند)، نئی دہلی سے شائع کرایا۔ انھوں نے متن کے بعد سات ضمیمے شامل کیے ہیں اور کتاب کے آخر پر فرہنگ دی ہے۔ اس سے کتاب کا متن مستند و معتبر ہو گیا ہے۔ صابر علی سیوانی، رشید حسن کی اس کاوش کو درج ذیل الفاظ میں سراہتے ہیں:

> تدوینِ متن کے تمام اصولوں کی پیروی کرتے ہوئے مرتب نے فسانۂ عجائب کو مرتّب کیا ہے اور خاص طور پر متن کو اعراب نگاری، رموزِ اوقاف اور علامتوں کے ذریعے آراستہ کر کے اتنی خوب صورتی سے پیش کیا ہے کہ اس مشکل متن کی قرأت اور تفہیم آسان ہو گئی ہے۔ جس کی وجہ سے نہ صرف طلبہ بلکہ اساتذہ کو بھی استفادہ کرنے کا موقع مل رہا ہے۔[۴۵]

''باغ و بہار'' جدید نثر کا سنگ میل ہے۔ اس کا شمار فورٹ ولیم کالج میں ہونی والی تصنیف و تالیف کی شاہکار کتابوں

Bi-Annual URDU
Vol. 101, No. 1, Jan-Jun, 2025
ISSN: 2519-6332 (Print)
ISSN: 2708-1915 (Online)

میں ہوتا ہے۔ میرامن کی تخلیقی طبع نے اسے ترجمہ و تالیف نہیں رہنے دیا بلکہ اسے تصنیف و تخلیق کا درجہ دیا ہے۔ چونکہ یہ کتاب مختلف یونیورسٹیوں کے نصاب کا حصہ رہی ہے، نصابی ضرورتوں کے پیش نظر اسے متعدد مدونین نے ترتیب دیا ہے لیکن "باغ و بہار" کا جو متن رشید حسن خان نے تدوین کیا ہے، اس سے نہ صرف نصابی ضرورتیں پوری ہوتی ہیں بلکہ تصحیح کا عملی نمونہ ترتیب پایا ہے۔ رشید حسن خان کی اس تدوینی کاوش نے مدونہ نثری داستانوں کی روایت کو ثروت مند بنانے میں اور اسے فروغ دینے میں نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ رشید حسن نے "باغ و بہار" کو پہلی بار ۱۹۶۲ء میں ترتیب دیا جو معیاری ادب کے سلسلے کے تحت ۱۹۶۴ء میں مکتبہ جامعہ، نئی دہلی سے شائع ہوئی۔ "باغ و بہار کے اس تنقیدی ایڈ شن کو ادبی حلقوں میں قابل قدر سمجھا گیا۔ ادبی حلقوں کی داد و تحسین کے باوجود رشید حسن کی تحقیقی طبیعت، اپنے تدوین کیے گئے متن کے معیار سے مطمئن نہ تھی۔ انھوں نے دوبارہ اسے تحقیق کی کسوٹی پر پرکھا اور ۱۹۹۲ء میں انجمن ترقی اردو ہند سے شائع کیا۔ رشید حسن خاں نے "باغ و بہار" کی ترتیب و تدوین کے دوران میں تصحیح متن کے جملہ تقاضوں کو پورا کیا ہے اور ایک روایت ساز کارنامہ (۴۶) انجام دیا ہے۔

مذکورہ بالا تذکرہ اردو کے اُن مدوّنین کا ہے، جنھوں نے تدوینِ متن کی روایت کا آغاز کیا، اسے فروغ دیا اور تدوین و تصحیح کے اصول ضوابط طے کرنے کے علاوہ تدوین کے عملی نمونے بھی تشکیل دیے ہیں۔ متون کی تصحیح کے ابتدائی کارنامے مولوی عبدالحق نے انجام دیے ہیں۔ اُن میں متن کی تصحیح کے حوالے سے کچھ مسائل ضرور ہیں، تاہم اردو تدوین متن کی روایت میں خشتِ اول کی حیثیت عبدالحق کے تدوینی کام ہی کو حاصل ہے۔ اردو مدونین نے مولوی عبدالحق کی پیروی میں تصحیح متن کی روایت کو سائنٹفک بنیادوں پر اُستوار کیا، جدید تقاضوں سے ہم آہنگ کیا اور اس کے فروغ کے لیے بنیادیں فراہم کیں۔ اردو میں تدوین متن کی روایت کافی زرخیز اور وسعت کی حامل ہے۔ موضوع کی مناسبت سے مدوّنین کے تمام تدوینی کاموں کا جائزہ لینا ممکن نہیں، اس لیے مقالہ نگار نے اپنے مطالعے کو مدوّنہ نثری داستانوں کی روایت تک محدود رکھا ہے اور پھر اس میں بھی تخصیص کرتے ہوئے صرف اُن نثری داستانوں کے تدوینی نمونوں کا ذکر کیا ہے جو روایت ساز مدوّنین نے مدوّن کیے۔ روایت ساز مدوّنین کے علاوہ کچھ ایسے مدوّنین کا کام بھی ملتا ہے، جنھوں نے روایت سازی تو نہیں کی البتہ ان کی تدوینی کاوشوں نے مدوّنہ نثری داستانوں کی روایت میں خاطر خواہ اضافہ ضرور کیا ہے۔ ڈاکٹر سید شمیم انہونوی نے "سب رس" کو مرتب کر کے ۱۹۷۸ء میں نسیم بک ڈپو، لکھنؤ سے شائع کیا۔ حمیرا جلیلی نے "سب رس" کا تنقیدی ایڈ شن بڑی محنت اور لگن سے تیار کیا ہے۔ انھوں اس کا مقدمہ ایک سو اڑتیس صفحے کا لکھا۔ "سب رس" کا یہ ایڈ شن

Bi-Annual URDU
Vol. 101, No. 1, Jan-Jun, 2025
ISSN: 2519-6332 (Print)
ISSN: 2708-1915 (Online)

اختلافِ نسخ اور فرہنگ کے ساتھ قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی سے ۱۹۸۳ء میں اشاعت پذیر ہوا۔ ''فسانہ عجائب'' کو رشید حسن خان سے قبل اطہر پرویز نے ۱۹۶۹ء میں مدوّن کیا اور اسے سنگم پبلشرز، الٰہ آباد سے طبع کیا۔ اطہر پرویز کے بعد ''فسانہ عجائب'' کی ترتیب و تصحیح، ڈاکٹر محمود الٰہی نے کی۔ اُن کا مدوّنہ متن ۱۹۷۳ء میں لکھنؤ سے چھپا۔ لالہ رام دیال اگروال نے دو سو بارہ صفحے کا مقدمہ لکھ کر ۱۹۷۵ء میں ''فسانہ عجائب'' کا متن مرتب کیا۔ ڈاکٹر سید سلیمان حسین نے بھی ''فسانہ عجائب'' کی ترتیب و تدوین کا کام کیا ہے جو ۱۹۸۱ء میں اُتر پردیش اردو اکادمی سے شائع ہوا۔ سید سلیمان نے ''فسانہ عجائب'' کے علاوہ ''نو آئین ہندی'' یعنی ''قصہ ملک محمد و گیتی افروز'' (مہر چند کھتری مہر) ترتیب دیا جو ۱۹۸۸ء میں اُتر پردیش اردو اکادمی لکھنؤ سے چھپا۔ سید سلیمان نے ''رانی کیتکی کی کہانی'' کو بھی ترتیب دیا ہے۔ مولوی عبدالحق کے بعد اور رشید حسن خان سے پہلے ''باغ و بہار'' کی تصحیح ممتاز حسین نے کی تھی۔ انھوں نے اس کی اشاعت مع مقدمہ، فرہنگ، اختتامیہ اور غلط نامے کے اردو ٹرسٹ، کراچی سے شائع کی۔ اس کتاب کا سال اشاعت ۱۹۵۸ء ہے۔ خلیل الرحمٰن داؤدی نے ''مذہب عشق''، ''نورتن''، ''سروشِ سخن'' اور ''قصہ اگر گل'' کے متن کی تصحیح کے بعد مجلس ترقی ادب لاہور سے بالترتیب ۱۹۶۱ء، ۱۹۶۲ء، ۱۹۶۳ء اور ۱۹۶۷ء میں شائع کرایا۔ ڈاکٹر عبادت بریلوی نے ''مختصر کہانیاں'' از حیدر بخش حیدری، ''شگفتلا از مرزا کاظم علی جوان اور ''ہفت گلشن'' از مظہر علی خان ولا کی تدوین کی۔ ان کی اشاعت ۱۹۶۴ء میں اردو دنیا کراچی سے ہوئی۔ ''بے تال پچیسی'' کا متن ڈاکٹر گوہر نوشاہی نے مدوّن کیا جو مجلس ترقی ادب لاہور سے ۱۹۶۵ء میں چھپا۔ ''عجائب القصص'' از شاہ عالم ثانی کی تدوین کا فریضہ راحت افزا بخاری نے انجام دیا۔ اس کی اشاعت ۱۹۶۵ء میں مجلس ترقی ادب لاہور نے کی۔ کارکنان مجلس ترقی ادب نے ''خرد افروز'' از حفیظ الدین احمد کو مرتب کیا۔ یہ مرتب کتاب ۱۹۶۳ء میں مجلس ترقی ادب سے چھپی۔ ''قصہ رنگین گفتار'' مولوی عظمت اللہ کی تصنیف ہے، جسے ڈاکٹر ایم سلطانہ بخش نے مرتب کیا جو مغربی پاکستان اکیڈمی سے ۲۰۰۸ء میں شائع ہوئی۔ ''جذبِ عشق'' کو ڈاکٹر عبدالرؤف نے مدوّن کیا ہے۔ اس مدونہ کتاب کو ۱۹۹۳ء میں نصرت پبلشرز امین آباد لکھنؤ نے شائع کیا ہے۔ داستانوں کے متون کی تصحیح و تدوین نے اردو کلاسیک کے نثری نمونوں کو متعارف کرایا۔ ان متون کو اگر مرتب نہ کیا جاتا تو اردو ادب کا قیمتی سرمایہ گردشِ ایام کی نذر ہو جاتا۔ اردو میں مدوّنہ نثری داستانوں کی روایت ایک مضبوط علمی و ادبی پس منظر رکھتی ہے، جو تحقیق، تدوین اور تنقیدی شعور کے امتزاج سے پروان چڑھی ہے۔ اس روایت کے ارتقا میں اردو کے مدوّنین و محققین نے اپنی فکری و علمی کاوشوں سے گرانقدر خدمات انجام دیں، جن

Bi-Annual URDU
Vol. 101, No. 1, Jan-Jun, 2025
ISSN: 2519-6332 (Print)
ISSN: 2708-1915 (Online)

کی بدولت اردو کے نایاب متون محفوظ ہوئے اور ادب کی تاریخ میں ان کا مستند حوالہ قائم ہوا۔ مولوی عبدالحق، امتیاز علی خاں عرشی، رشید حسن خاں اور دیگر محققین نے سائنٹفک بنیادوں پر تدوین کے اصول مرتب کیے، جس نے اردو تحقیق کو ایک جدید اور معیاری سمت عطا کی۔ ان کی کاوشوں سے نہ صرف قدیم متون کی تصحیح و ترتیب ممکن ہوئی بلکہ تحقیق و تدوین کے اصولوں کو ایک مضبوط بنیاد بھی ملی۔ آج، اردو تحقیق و تدوین کا یہ سفر مزید ترقی کی راہ پر گامزن ہے، جہاں جدید علمی تقاضوں کے تحت مزید نایاب متون کی دریافت اور ان کی معیاری تدوین کے امکانات روشن ہیں۔ اس تسلسل کو برقرار رکھتے ہوئے، اردو ادب کی علمی و تحقیقی روایت مزید استحکام اور وسعت حاصل کرے گی۔

حواشی

۱۔ ڈاکٹر خلیق انجم، متنی تنقید، (کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان، ۲۰۲۴ء)، ص ۲۳
۲۔ ڈاکٹر صابر علی سیوانی، تدوین متن کی روایت آزادی کے بعد، (دہلی: روشان پرنٹرس، ۲۰۲۱ء)، ص ۶۳
۳۔ ایضاً، ص ۶۴
۴۔ پروفیسر نعمان خان، عربی متن کی تدوین اصول و مسائل مشمولہ رضا لائبریری جرنل، (رامپور: رضا لائبریری، شمارہ ۲۰-۲۱، ۲۰۱۰ء)، ص ۴۶
۵۔ ڈاکٹر صابر علی سیوانی، تدوین متن کی روایت آزادی کے بعد، ص ۶۴
۶۔ ایضاً، ص ۶۷
۷۔ پروفیسر شریف حسین قاسمی، فارسی میں تحقیق کی روایت، مشمولہ تحقیق و تدوین، مرتبہ ابنِ کنول، (دہلی: شعبۂ دہلی یونیورسٹی، ۲۰۰۶ء)، ص ۵۵
۸۔ ایضاً، ص ۵۷
۹۔ ڈاکٹر محمد خاں اشرف، اصطلاحات تدوین متن، (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۱۱ء)، ص ۹۴
۱۰۔ ڈاکٹر صابر علی سیوانی، تدوین متن کی روایت آزادی کے بعد، ص ۷۱
۱۱۔ سید وقار عظیم، فورٹ ولیم کالج تحریک اور تاریخ، (لاہور: الوقار پبلی کیشنز، ۲۰۰۲ء)، ص ۲۱
۱۲۔ عتیق صدیقی، گل کرسٹ اور اس کا عہد، (نئی دہلی: انجمن ترقی اردو ہند، ۱۹۷۹ء)، ص ۲۲
۱۳۔ ڈاکٹر صابر علی سیوانی، تدوین متن کی روایت آزادی کے بعد، ص ۷۳
۱۴۔ پروفیسر شارب ردولوی، جدید اردو تنقید، اصول و نظریات، (لکھنؤ: اُتر پردیش اردو اکادمی، ۲۰۰۲ء)، ص ۴۳۷
۱۵۔ ڈاکٹر صابر علی سیوانی، تدوین متن کی روایت آزادی کے بعد، ص ۷۴

۱۶۔ ایضاً، ص ۷۵
۱۷۔ الطاف حسین حالی، حیات جاوید، (آگرہ: مطبع مفید عام، ۱۹۰۳ء)، ص ۵۲
۱۸۔ ایضاً، ص ۵۲
۱۹۔ ڈاکٹر صابر علی سیوانی، تدوین متن کی روایت آزادی کے بعد، ص ۸۰
۲۰۔ ڈاکٹر گیان چند، حقائق، (الہ آباد: نیشنل آرٹ پریس، ۱۹۷۸ء)، ص ۲۰۶
۲۱۔ ڈاکٹر انور سدید، اردو ادب کی مختصر تاریخ، (لاہور: عزیز بک ڈپو، ۲۰۲۰ء)، ص ۲۲۷
۲۲۔ ایضاً، ص ۲۲۸
۲۳۔ ڈاکٹر صابر علی سیوانی، تدوین متن کی روایت آزادی کے بعد، ص ۱۵۱
۲۴۔ ڈاکٹر گیان چند، اردو کی نثری داستانیں، (لاہور: فکشن ہاؤس، ۲۰۱۹ء)، ص ۱۰۲
۲۵۔ ڈاکٹر انور سدید، اردو ادب کی مختصر تاریخ، ص ۱۲۶
۲۶۔ ڈاکٹر صابر علی سیوانی، تدوین متن کی روایت آزادی کے بعد، ص ۱۶۶
۲۷۔ سیدہ جعفر، تاریخ ادب اردو، جلد سوم، (حیدر آباد دکن: ناشر سیدہ جعفر، ۲۰۰۲ء)، ص ۱۶۶
۲۸۔ رشید حسن خان، مولانا عرشی مرحوم مشمولہ، رشید حسن خان کے تحقیقی و تدوینی متعلقات، مرتبہ ابراہیم افسر، (نئی دہلی: اصیلا آفسیٹ پرنٹرس، ۲۰۲۳ء)، ص ۰۷
۲۹۔ ڈاکٹر انور سدید، اردو ادب کی مختصر تاریخ، ص ۲۱۱
۳۰۔ ایضاً، ص ۲۱۱
۳۱۔ ڈاکٹر گیان چند جین، اردو کی نثری داستانیں، ص ۲۰۴
۳۲۔ ڈاکٹر انور سدید، اردو ادب کی مختصر تاریخ، ص ۲۱۱
۳۳۔ ڈاکٹر صابر علی سیوانی، تدوین متن کی روایت آزادی کے بعد، ص ۲۷۹
۳۴۔ ڈاکٹر جمیل جالبی، تاریخ ادب اردو، جلد دوم، حصہ دوم، (دہلی: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، ۱۹۷۷ء)، ص ۹۹۴
۳۵۔ ڈاکٹر صابر علی سیوانی، تدوین متن کی روایت آزادی کے بعد، ص ۴۲۷
۳۶۔ ایضاً، ص ۵۲۳
۳۷۔ ڈاکٹر گیان چند جین، اردو کی نثری داستانیں، ص ۱۲۵
۳۸۔ ڈاکٹر صابر علی سیوانی، تدوین متن کی روایت آزادی کے بعد، ص ۵۲۳
۳۹۔ ایضاً، ص ۵۲۵
۴۰۔ نور الحسن ہاشمی (مرتب)، مقدمہ مشمولہ فسانہء اعجاز، (لکھنؤ: ناشر نور الحسن ہاشمی، ۱۹۸۸ء)، ص ۱۶
۴۱۔ ڈاکٹر صابر علی سیوانی، تدوین متن کی روایت آزادی کے بعد، ص ۶۹۷
۴۲۔ ڈاکٹر انور سدید، اردو ادب کی مختصر تاریخ، ص ۲۰۸
۴۳۔ ایضاً، ص ۲۰۸

۴۴۔ ڈاکٹر صابر علی سیوانی، تدوین متن کی روایت آزادی کے بعد، ص ۶۹۹

۴۵۔ ایضاً، ۷۰۷

۴۶۔ ایضاً، ص ۷۰۷

مآخذ

۱۔ اشرف، محمد خاں، ڈاکٹر، اصطلاحات تدوین متن، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۱۱ء

۲۔ انجم، خلیق، ڈاکٹر، متنی تنقید، کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان، ۲۰۲۴ء

۳۔ جالبی، جمیل، ڈاکٹر، تاریخ ادب اردو، جلد دوم، حصہ دوم، دہلی: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، ۱۹۷۷ء

۴۔ جعفر، سیدہ، تاریخ ادب اردو، جلد سوم، حیدرآباد دکن: ناشر سیّدہ جعفر، ۲۰۰۲ء

۵۔ جین، ڈاکٹر گیان چند، اردو کی نثری داستانیں، لاہور: فکشن ہاؤس، ۲۰۱۹ء

۶۔ ______، حقائق، الہ آباد: نیشنل آرٹ پریس، ۱۹۷۸ء

۷۔ حالی، الطاف حسین، حیات جاوید، آگرہ: مطبع مفید عام، ۱۹۰۳ء

۸۔ خان، رشید حسن، مولانا عرشی مرحوم، مشمولہ رشید حسن خان کے تحقیقی و تدوینی متعلقات، مرتبہ: ابراہیم افسر، نئی دہلی: اصیلا آفسیٹ پرنٹرس، ۲۰۲۳ء

9۔ ردولوی، شارب، پروفیسر، جدید اردو تنقید: اصول و نظریات، لکھنؤ: اُتر پردیش اردو اکادمی، ۲۰۰۲ء

۱۰۔ سدید، انور، ڈاکٹر، اردو ادب کی مختصر تاریخ، لاہور: عزیز بک ڈپو، ۲۰۲۰ء

۱۱۔ سیوانی، صابر علی، ڈاکٹر، تدوین متن کی روایت آزادی کے بعد، دہلی: روشان پرنٹرس، ۲۰۲۱ء

۱۲۔ صدیقی، عتیق، گل کرسٹ اور اس کا عہد، نئی دہلی: انجمن ترقی اردو ہند، ۱۹۷۹ء

۱۳۔ عظیم، وقار، سیّد، فورٹ ولیم کالج: تحریک اور تاریخ، لاہور: الوقار پبلی کیشنز، ۲۰۰۲ء

۱۴۔ قاسمی، شریف حسین، پروفیسر، فارسی میں تحقیق کی روایت مشمولہ تحقیق و تدوین، مرتبہ ابنِ کنول، دہلی: شعبۂ اردو، دہلی یونیورسٹی، ۲۰۰۶ء

۱۵۔ ہاشمی، نورالحسن (مرتب)، مقدمہ مشمولہ فسانۂ اعجاز، لکھنؤ: ناشر نورالحسن ہاشمی، ۱۹۸۸ء

رسائل و جرائد

۱۔ رضا لائبریری جرنل، شمارہ ۲۰-۲۱، ۲۰۱۰ء، رضا لائبریری، رام پور

Bibliography:

1. Ashraf, Muhammad Khan, Dr., *Istelahat-e-Tadveen-e-Matn*, Lahore: Sang-e-Meel Publications, 2011
2. Anjuman, Khaleeq, Dr., *Matni Tanqeen*, Karachi: Anjuman Taraqqi-e-Urdu Pakistan, 2024
3. Jalibi, Jameel, Dr., *Tareekh-e-Adab-e-Urdu*, Vol. 2, Part 2, Delhi: Educational Publishing House, 1977
4. Jafar, Sayyida, *Tareekh-e-Adab-e-Urdu*, Hyderabad Deccan: Published by Sayyida Jafar, 2002
5. Jain, Gyanchand, Dr., *Urdu ki Nasri Dastanen*, Lahore: Fiction House, 2019
6. ____, Haqa'iq, Allahabad, National Art Press, 1978
7. Hali, Altaf Hussain, *Hayat-e-Javed*, Agra: Matba Mufeed-e-Aam, 1903
8. Khan, Rasheed Hasan, *Maulana Arshi Marhoom* in *Rasheed Hasan Khan kay Tehqiqi-o-Tadvini Mut'alliqat*, Ed. by Ibrahim Afsar, New Delhi: Aseela Offset Printers, 2023
9. Rudaulvi, Sharib, Prof., *Jadeed Urdu Tanqeed: Usool-o-Nazariyat*, Lucknow: Uttarpardesh Urdu Academy, 2002
10. Sadeed, Anwar, Dr., *Urdu Adab ki Mukhtasar Tareekh*, Lahore: Aziz Book Depot, 2020
11. Sivani, Sabir Ali, Dr., *Tadveen-e-Matn ki Riwayat Azadi kay baad*, Delhi: Rushan Printers, 2021
12. Siddiqui, Atiq, *Gilchrist aur us ka Ehed*, New Delhi: Anjuman Taraqqi-e-Urdu Hind, 1979
13. Azeem Waqar, Sayyid, *Fort William College: Tehreek aur Tareekh*, Lahore: Al-Waqar Publications, 2002
14. Qasimi, Shareef Hussain, Prof., *Farsi mein Tehqiq ki Riwayat in Tehqiq-o-Tadveen*, Ed. by Ibn-e-Kanwal, Delhi: Dept. of Urdu, University of Delhi, 2006
15. Hashmi, Noorul Hasan (Ed.), Foreward in Fasana-e-Ijaz, Lucknow: Published by Noorul Hasan Hashmi, 1988